# عرض داعی

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ
(بانی و سابق سکریٹری جنرل اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ و جھارکھنڈ)

ناشر

**ایفا پبلیکیشنز**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# عرض داعی

(۱)

اکابر علماء اساتذہ ومندوبین، دانشور اور ملک کے کوشے کوشے سے آئے وہ تمام لوگ جو اس موضوع سے دلچسپی رکھتے ہیں، میں آپ سب کو خوش آمدید کہتا ہوں اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس حقیر کی دعوت پر اتنی زحمت گوارہ فرمائی، بات یہ ہے کہ مسئلہ نہ داعی کا ہے نہ دعوت کے طرز و انداز کا، بلکہ اصل مسئلہ موضوع اور اس کام کی اہمیت کا ہے جس کے لئے آپ نے زحمت کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کے اجتماع کی ضرورت کا احساس ملک کے ہر گوشہ میں ہے اور مختلف علماء کے دل میں پہلے سے گردش کر رہا تھا، اسی لئے اس دعوت کی غیر معمولی پذیرائی ہوئی۔

حضرات! اسلام آخری دین ہے اور رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ جو دین لے کر آئے وہ خاتم الادیان ہے اور انسانی ہدایت ونجات کے لئے جو کتاب آئی وہ آخری کتاب ہے، اور چونکہ قرآن کو تا قیامت رہنا ہے، اس لئے شریعت کو بھی قیامت تک باقی رہنا ہے قرآن کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہے کہ بقا ودوام کلیات کو ہوتی ہے جزئیات کو نہیں، حالات ومقام کی تبدیلی سے جزئیات تبدیل ہوتی رہتی ہیں، لیکن اُصول وکلیات باقی رہتے ہیں، اللہ کی کتاب مجموعی طور پر اُصول وکلیات کی کتاب ہے اور کسی بھی قانون کی بقا میں اس کے اُصول وکلیات ہی کو اہمیت ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیکڑوں احکام بیان فرمائے ہیں، اور نہ صرف احکام وجزئیات بیان کئے ہیں بلکہ اُصول اور جزئی احکام کی علتوں کو بھی بیان کیا ہے،

اللہ جزائے خیر دے ائمہ مجتہدین کو کہ انہوں نے قواعد وعلل کا استخراج کیا اور تنقیح مناط کی، یہی وجہ ہے کہ اسلامی فقہ زمانہ کے تغیرات کے باوجود زندہ ہے اور زندہ رہے گی، میرا یہ احساس ہے کہ علماء نے اس فرض کو ہمیشہ ادا کیا ہے۔ آج کل روشن خیالی کے مدعی حضرات جو تحریر لکھتے ہیں، اس کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے کہ علماء نے اس کام کو انجام نہیں دیا، حالانکہ ایسا نہیں ہے البتہ علماء نے اُصول شرع کو خواہش نفس کے سامنے سرنگوں کردینے کی اجازت کبھی نہیں دی، اور اجتہاد کے نام پر اس عمل کو کبھی گوارہ نہیں کیا، جس کا مقصد فکری انارکی ہوا کرتا ہے۔

ہمارے بزرگوں نے ہر دور میں نئے مسائل پر اپنے فیصلے دیئے ہیں، ماضی قریب میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ سب کے سامنے ہے، موجودہ زمانہ کے مسائل پر غور وفکر کرنے کے لئے ہمارے دوستوں کی خواہش تھی کہ ایک فقہی اجتماع بلایا جائے، جس میں علماء واصحاب فتاوی کے ساتھ مسئلہ سے واقف جدید دانشوروں کو بھی شریک کیا جائے، صورت حال یہ ہے کہ کالج اور یونیورسٹیوں کے پڑھے ہوئے لوگ حالات اور معاشرہ میں رائج امور سے زیادہ واقف ہیں۔ البتہ عام طور پر دینی امور سے ان کو واقفیت نہیں ہے؛ جبکہ دینی مدارس سے نکلے ہوئے علماء دین سے گہری واقفیت کے باوجود عام طور پر ماحول، حالات، صنعت وتجارت اور معاشرہ میں رائج دیگر امور سے ناآشنا ہیں، قدیم زمانہ میں یہ ہوتا تھا کہ ائمہ مجتہدین ایک طرف دین کے اُصول ومسائل سے آگاہ رہتے تھے، تو دوسری طرف اپنے گردوپیش اور ماحول سے بھی پوری طرح آشنا تھے، امام ابوحنیفہ فقیہ بھی تھے اور تاجر بھی، اور امام محمد بازاروں میں گھوم کر تجارت کے معاملات ومسائل سے آگاہی بھی حاصل کرتے تھے۔

اس وقت میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ علماء اور دانشوروں کے یہ دو طبقے دو فرقے نہیں بلکہ دونوں ہی ملت کا اثاثہ ہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ان دونوں طبقوں کے درمیان جو خلیج ہے اس خلیج کو کم سے کم تر کریں،— ہم جدید علوم کے ماہرین سے صورت حال اور واقعہ کی

تصویر اور اصل حقیقت معلوم کریں اور ان واقعات پر مرتب ہونے والے شرعی احکام کی تخریج وتطبیق علماء کریں— ہمیں فرقہ بندیوں اور مسلکوں کے اختلافات سے اوپر اُٹھ کر یہ کام کرنا چاہئے، ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ اختلاف حق وباطل کا نہیں ہے، مشورہ میں خیر ہے، ہمیں اپنی بات پر ضد نہیں ہونی چاہئے، اور دوسروں کی رائے اگر صحیح ہو تو اس کو قبول کرنے میں عار نہیں ہونا چاہئے، انشاء اللہ ہر چھ ماہ کے بعد یہ سیمینار منعقد ہوا کرے گا، اور آپ حضرات کو اجتماعی غور وفکر کا موقع ملا کرے گا۔

اس سیمینار میں تین مسئلے زیر بحث ہیں، مقالات پڑھے جائیں گے، اتفاق ہوگیا تو انشاء اللہ اسی کے مطابق، ہمارے بھی ”دارالافتاء“ ایک طرح کے فتویٰ جاری کریں گے۔ ہوسکتا ہے کہ سیمینار میں کسی مسئلہ پر اختلاف رائے ہو جائے تو ایسی صورت میں اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ نہیں ہوگا، کیونکہ مسئلہ فقہی اور علمی ہے، دلائل کی قوت اور استدلال کی صحت پر نظر رکھنی ضروری ہے، اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ کرنا درست نہیں ہوگا— میں بہر حال صمیم قلب سے ڈاکٹر محمد منظور عالم صاحب کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے میزبانی کی زحمت خندہ پیشانی سے قبول کی، آپ تمام حضرات ان کے لئے اور ان کے رفقاء کے لئے بھی دعا فرمائیں کہ ان کے رفقاء نے بہت محنت کی ہے، میں اپنے بزرگوں کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں، جنہوں نے ہماری حوصلہ افزائی کی، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر دیر تک قائم رکھے۔ آمین۔

☆☆☆

# عرض داعی

(۲)

حضرات! ہندوستان کی علمی، تحقیقی اور فقہی تاریخ میں ۱۹۸۹ء کے اپریل کی پہلی، دوسری اور تیسری تاریخیں یاد رکھی جائیں گی جب کہ اسی نظر افروز اور فرحت بخش مقام پر کثیر تعداد میں ہمارے بزرگ اور اکابر دین وملت، ممتاز علماء، بالغ نظر فقہاء و اہل افتاء، حوصلہ مند اور باصلاحیت نوجوان فضلاء، اور دین دوست وعلماء نواز دانشور ومفکرین ایک خاص جذبہ وولولہ اور ذوق وشوق کے ساتھ ملک کے گوشے گوشے سے کھنچ کر جمع ہوئے تھے۔ ان کے جمع ہونے میں خلوص تھا اور جماعتی، مسلکی اور ہم عصری کی بنیادوں پر اٹھنے والی کوئی دیوار حائل نہیں تھی، جو اس دور میں بہر حال نیک فال اور قابل ذکر چیز ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ وقت گذرنے کے لئے ہے اور وہ دبے پاؤں گذرہی جاتا ہے مگر اپنے ساتھ خوش گوار یادوں کا ایک تسلسل چھوڑ جاتا ہے، ہم سب کے لئے یہ بات حد درجہ مسرت کی ہے کہ اس گذرے ہوئے وقت نے ہمارے لئے یادوں کا جو سلسلہ چھوڑا ہے وہ نہایت خوشگوار ہے، اس وقت کی علمی چہل پہل اور تحقیقی سرگرمیاں یقیناً ہماری طرح آپ کی نظروں میں بھی ہوں گی۔ اس یادِ مجلس رفتہ کے ساتھ اقبال کا یہ معنی خیز شعر بھی یاد آیا ہے۔

یاد عہد رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی، میرے استقبال کی تفسیر ہے

پہلا فقہی سیمینار (جس کی یاد ابھی تازہ کی گئی) کے بعد آج ہم جب آپ کو دوسرے

فقہی سیمینار میں اسی مقام پر اسی جذبہ وحوصلہ کے ساتھ اپنے درمیان پا رہے ہیں تو حقیقی معنوں میں خوشی ''دوبالا'' ہورہی ہے۔کون نہیں جانتا کہ اس چمکتی، دمکتی، دل لبھاتی دنیا میں تسکین کے بہت سارے سہارے اور جاذبیت وکشش کی ہزارہا چیزیں ہیں۔مگر میرے خیال میں کسی صاحب علم وتحقیق کے لئے کسی علمی مسئلہ کی تلاش وجستجو میں جو لطف ومزہ اور کشش وجاذبیت ہے۔وہ دنیا کی کسی چیز میں نہیں۔

ملک اور بیرون ملک کے مختلف گوشوں اور اداروں سے سفر کی دقتوں اور کلفتوں کو اٹھاتے ہوئے آنے والے رہ روان علم وتحقیق اور اصحاب فقہ وافتاء کی خدمت میں ہم ان الفاظ کے ساتھ ہدیہ سپاس وتشکر پیش کرتے ہیں، اور دل کی پوری گہرائی کے ساتھ اس تاریخی شہر کے اس علمی ماحول اور تحقیقی فضا میں ان کا استقبال کرتے ہوئے خوش آمدید کہتے ہیں۔

اے آمدنت باعث خوش بختیٔ ما

محترم علماء وفضلاء!

اس حقیقت کو آپ سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے کہ جس دین متین سے ہماری اور آپ کی وابستگی ہے، وہ زمان ومکان کی حد بندیوں سے بالاتر، دائمی، ابدی اور آفاقی ہے، اسے دربار خداوندی سے " رضیت لکم الإسلام دینا' کا پروانہ عطا کیا جاچکا ہے، اور اس کے ساتھ یہ انتباہ بھی دیا گیا ہے کہ " ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه" اس دین فطرت کی بنیادی کتاب ''قرآن حکیم" ہے۔ جسے خالق انسان وکائنات نے اپنے آخری نبی محمد ﷺ پر انسانی ہدایت کے لئے نازل فرمایا۔آپ ﷺ کا ۲۳ سالہ شاندار دور نبوت اسی آخری دین کی دعوت اور اس کی تشریح وتوضیح، اور کتاب ہدایت (قرآن) کی تفسیر وتبیین میں گذرا۔ہم اور آپ جسے ''حدیث'' کہتے ہیں وہ آپ ﷺ کے ہی اقوال، افعال اور احوال کا مجموعہ ہے۔صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) نے آپ سے براہ راست فیض حاصل کیا اور منشا نبوت اور مزاج شریعت

کو خوب جانا اور سمجھا۔ان کو دین کی حقیقت اور علم کی روح اور اس کا مغز حاصل تھا۔اس لئے وہ اپنے دین وعلم دین کی خصوصیات میں قیامت تک ممتاز ہیں۔ان کے اس امتیاز کے لئے سیدنا حضرت عبد اللہ بن مسعود کے الفاظ سے زیادہ گہرے اور سچے الفاظ نہیں مل سکتے۔ان الفاظ میں علماء برادری کے لئے بھی اہم سبق اور پیغام ہے،فرماتے ہیں:

"أولئک أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم أبر الناس قلوبا و أعمقهم علما و أقلهم تكلفا"۔

(صحابہ (رضی اللہ عنہم) لوگوں میں سب سے زیادہ دل کے سچے۔علم کے گہرے اور تکلف سے دور تھے)۔

قرآن کی آیات، احادیث کا ذخیرہ اور صحابۂ کرام کے آثار۔دین اسلام کو سمجھنے کے لئے بنیادی ماخذ اور مصادر کا درجہ رکھتے ہیں۔پھر اخیار امت کا اجماع ہے۔راسخین فی العلم کا قیاس ہے۔ائمہ کبار اور علماء و اسلاف کا اپنے زمانے اور حالات کے اعتبار سے مسائل کا استخراج واستنباط ہے۔جس کی مفصل اور وقیع تاریخ ایسی مثال ہے کہ جس کی نظیر دنیا کے موجودہ مذاہب میں سے کسی مذہب میں نہیں مل سکتی، ایسی تاریخ اور ایسا ریکارڈ رکھتے ہوئے یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی دور اور کسی زمانہ کے علماء دین اپنے دور اور اپنے زمانہ کے تقاضوں کی حقیقی تکمیل، اور پیش آمدہ مسائل کے صحیح حل میں ہمت ہار جائیں۔غفلت کی چادر اوڑھ کر سو جائیں اور جمود ان پر طاری ہو جائے؟ جب پچھلے دور میں ایسا نہیں ہوا (اور کسی ابدی دین کے ساتھ ایسا معاملہ پیش بھی نہیں آسکتا) اور ہر زمانہ کے علماء اپنے زمانے کے حالات اور مسائل سے واقف ہو کر رہبری اور رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے تو اس زمانے کے علماء کو بھی اپنے زمانے کی ضرورتوں سے واقف ہونا پڑے گا اور آج کی سائنسی ایجادات، طبی تحقیقات، معاشی ترقیات، مختلف سماجی وجغرافیائی حالات، حمل ونقل کے جدید ذرائع اور ترسیل و ابلاغ کے آلات نے نت نئے فقہی

وشرعی مسائل جو پیدا کئے ہیں ان کا حل پیش کرنا ہوگا۔حساس علماء نے اپنے وقت کے علماء کی توجہ اس طرف ہمیشہ مبذول کرائی ہے۔ نابغۂ روزگار عالم دین مولانا سید سلیمان ندویؒ اپنی وفات سے چند ماہ پیشتر جب پاکستان سے ہندوستان تشریف لائے تو بار بار فرماتے کہ:

”اس وقت نئے نئے مسائل سامنے آرہے ہیں اور ایسے علماء کی ضرورت ہے جو ان مسائل کا تشفی بخش جواب دے سکیں، اس لئے فقہ کی تعلیم پر بہت زیادہ توجہ کرنا چاہئے“ (مطالعہ سلیمانی/۱۳۸)۔

خوشی کی بات ہے کہ عالم اسلام کے علماء فقہاء اس طرف متوجہ ہیں، اور مختلف ممالک میں فقہی اکیڈمیاں قائم ہیں، جہاں مختلف انداز سے ان مسائل پر کام ہو رہا ہے۔ماضی قریب کے ہندوستانی علماء میں مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحبؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے اس سلسلہ میں جو کوششیں کی ہیں وہ نہ صرف لائق تحسین بلکہ قابلِ تقلید بھی ہیں اور ان کے کام کو آگے بڑھانا اور پھر اس طرح کے کام کو باہم مربوط کرنا اور مسلک ومشرب اور تنظیم وادارہ کے اختلاف سے بالاتر ہوکر فریق کے بجائے ”رفیق“ کے احساس کے ساتھ اجتماعی شکل میں ان مسائل پر غور کرنا بلاشبہ وقت کا اہم تقاضا ہے۔

آج سے چند سال پیشتر ”مرکز البحث العلمی“ کا قیام جو عمل میں آیا، اس میں دراصل یہی احساس اور جذبہ کارفرما تھا کہ ہندوستان جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور ایک خاص نظام اور دستور کے مطابق زندگی گذار رہے ہیں، جس کی وجہ سے سماجی، معاشرتی اور معاشی سطح پر یہاں جو بعض نئے مسائل مسلمانوں کے لئے پیدا ہو رہے ہیں، وہ بالکل الگ نوعیت کے ہیں اور ان مسائل سے دوسرے ممالک اور خطوں میں رہنے والے مسلمان دوچار نہیں ہیں۔ گویا ہندوستانی مسلمانوں کے مخصوص حالات نے ان کے لئے ہندوستان میں بعض مخصوص فقہی مسائل پیدا کر دیئے ہیں، جن پر غور وخوض کر کے مناسب حل یہاں کے علماء وفقہاء کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔

ان جذبات اور احساسات کے پس منظر میں ''مرکز البحث العلمی'' کے تحت پہلے ایک علمی، فقہی، تحقیقی اور دستاویزی نوعیت کا مجلّہ ''بحث ونظر'' کے نام سے نکالنا شروع کیا گیا، جسے اہل علم وتحقیق نے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا، اور ایسا محسوس ہوا کہ یہ ان کے دل کی آواز ہے۔

اس رسالہ سے جب حوصلہ وہمت کو تقویت ملی اور اس نئے اور اہم کام کے لئے راہیں ہموار نظر آئیں تو ''پہلا فقہی سیمینار'' اسی مقام پر منعقد کیا گیا، جس میں مباحث کے لئے جو تین عنوانات مقرر کئے گئے تھے وہ یہ تھے:

۱- پگڑی کا مسئلہ، ۲- اعضاء کی پیوند کاری، ۳- ضبط تولید کا مسئلہ

بفضل خدا یہ پہلا سیمینار توقع سے زیادہ کامیاب ہوا، اور جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا کہ بہت بڑی تعداد میں ممتاز علماء اور اصحاب فقہ وافتاء نے شرکت کی، خصوصیت کے ساتھ حضرت امیر شریعت مولانا سید منت اللہ رحمانی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا افتتاحی خطبہ، حضرت مولانا سید محمد ابو الحسن علی حسنی ندوی صاحب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا خطبۂ صدارت اور مشہور فاضل ڈاکٹر جابر فیاض العلوانی صدر المعہد العالمی للفکر الاسلامی واشنگٹن، امریکہ کا خصوصی خطاب اور حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب (جلال آباد)، مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی اور مولانا مفتی نظام الدین صاحب (دیوبند) کے تائیدی کلمات نے اس سیمینار کو بڑی تازگی اور قوت بخشی، اور ایک خاص قسم کی روح اور جان ڈال دی، اس سیمینار کی مفصل روداد جس میں موضوع سے متعلق مقالات اور مباحث شامل ہیں۔ ''بحث ونظر'' کے خصوصی شمارہ ''فقہی سیمینار نمبر'' (صفحات ۴۰۸) میں ملاحظہ فرمایا جا سکتا ہے۔ یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ اس نمبر کو اہل علم وتحقیق نے شوق کے ہاتھوں لیا اور قدر کی نگاہوں سے پڑھا۔

آپ کے علم واطلاع کے لئے اس موقع پر یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ مرکز البحث العلمی کی ایک نشست ۱۷ ستمبر ۱۹۸۹ء کو پھلواری شریف پٹنہ میں منعقد ہوئی، جس میں طے کیا گیا

کہ ان علمی وفقہی کاوشوں کو منظم کرنے کے لئے وسیع تر دائرہ میں ایک تحقیقی ادارہ قائم کیا جائے، چنانچہ کام کی نوعیت اور موضوع کی مناسبت سے مرکز البحث العلمی کی "تشکیل جدید" مجمع الفقہ الاسلامی (الہند) کے نام سے عمل میں آئی، اس سلسلہ میں اکابر علماء سے اس کی خواہش کی گئی کہ وہ اس کی سرپرستی اور رکنیت قبول فرمائیں۔ یہ ہم سب کے لئے خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ ہمارے بزرگ علماء میں امیر شریعت مولانا سید منت اللہ رحمانی مدظلہ اور مولانا سید محمد ابو الحسن علی حسنی صاحب ندوی مدظلہ نے سرپرستی قبول فرمالی۔

دوسرا فقہی سیمنار جس میں آپ شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں اس میں دو خاص موضوع ہیں۔

۱-نوٹ کی شرعی حیثیت۔کرنسی پر افراط زر کے اثرات اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے فقہی سوالات۔

۲-سود کا مسئلہ خاص کر ہندوستان جیسے ملک میں، سرکاری سودی قرضوں کا حکم، ہمیں امید ہی نہیں یقین ہے کہ یہ سیمینار بھی پہلے سیمنار کی طرح ان شاء اللہ کامیاب ہوگا اور اس میں پڑھے گئے مقالات اور کئے گئے مباحث علمی اور سنجیدہ ہوں گے۔ جن سے ان مسائل کے حل اور فیصلے میں آسانی ہوگی، خدا نے توفیق دی اور آپ حضرات کا مخلصانہ تعاون شامل رہا تو انشاء اللہ یہ روداد مجمع الفقہ الاسلامی کی طرف سے دستاویزی شکل میں شائع کی جائے گی۔

میں اس موقع پر اپنے اس احساس کو چھپا نہیں سکتا کہ ان دونوں سیمینار کے لئے طلب کئے گئے مقالات سے اندازہ ہوا کہ ہمارے علماء میں اب بھی علم وتحقیق کا مزاج اور تلاش وجستجو کا ذوق ہے، ان کے اندر نئے مسائل پر نئے انداز سے سوچنے، لکھنے اور قدیم وجدید فقہی کتابوں کے ذخیرے سے استفادہ کی بھرپور صلاحیت موجود ہے، اس سیمینار نے انہیں نیا حوصلہ اور نیا اعتماد بخشا ہے، مطالعہ کی قوت کو نکھارا اور تخراج واستنباط کی صلاحیت کو ابھارا ہے، اسی طرح اس

سیمینار سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ دینی علوم اور عصری علوم کے ماہرین ایک دوسرے کے ساتھ تبادلۂ خیال کرنے میں خوشی اور مسرت محسوس کررہے ہیں، اور یہ دونوں دور کے جو مصنوعی خول میں بند تھے اس خول کو اتار رہے ہیں اور آپسی خلیج کو پاٹ کر فاصلہ کو قربت میں بدل رہے ہیں، خصوصیت کے ساتھ ان دونوں طبقات کے نوجوانوں کی جو صلاحیتیں ادھر سامنے آرہی ہیں، انہیں دیکھ کر بلا ساختہ زبان پر آتا ہے۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ ہمارے اس دوسرے فقہی سیمینار میں عالم اسلام کے بلند پایہ فاضل اور بالغ نظر دانشور ڈاکٹر جمال الدین عطیہ قاہرہ سے تشریف لائے ہیں۔ دوسرے مہمان خصوصی جو اس وقت ہماری مجلس میں تشریف فرمائیں وہ ہیں حضرت مولانا رفیع احمد عثمانی، اہل علم جانتے ہیں کہ آپ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے خلف الرشید مشہور دینی درسگاہ دار العلوم کراچی کے مہتمم اور مفتی اور بہت سارے علمی کمالات اور اخلاقی محاسن کے حامل ہیں۔ اس موقع پر ہم ان دونوں مہمان گرامی کا بطور خاص شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ان کے وجود نے اس سیمینار میں خاص قسم کی رونق اور گرمی پیدا کی، جزاهما الله احسن الجزاء۔

''عرض داعی'' کی آخری سطروں میں انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز کے چیئرمین ڈاکٹر محمد منظور عالم صاحب کا نام زبان قلم پر آرہا ہے، اگر چہ ابتدائی سطروں ہی میں ان کا نام آنا چاہئے تھا کہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے رفقائے کار کی خصوصی دلچسپی اور میزبانی سے پہلے کی طرح اس دوسرے سیمینار کے انعقاد میں بھی سہولت ہوئی، ہم اس کے لئے ڈاکٹر صاحب، ان کے ادارہ اور ان کے رفقاء کے تہ دل سے شکر گذار ہیں۔

یہ داعی اپنی معروضات اس سیمینار کے پس منظر میں ایک سبق آموز واقعہ کو نقل کرکے ختم کرتا ہے، اس واقعہ کا تعلق امام ابو حنیفہؒ کے لائق شاگرد امام محمد سے ہے، ان کے ایک سوانح

نگار نے لکھا ہے کہ امام محمدؒ راتوں میں کتابوں کے مطالعہ کے عادی تھے، موسم گرما میں یہ حال ہوتا کہ کتاب کھلی ہوئی ہے بدن کا کرتا اترا ہوا ہے اور پانی سے بھرا طشت سامنے ہے، جب نیند کا غلبہ ہوتا ہے تو طشت سے پانی لے کر آنکھوں پر چھینٹے دیتے تا کہ یہ غلبہ ختم ہو اور پوری بیداری اور تیقظ کے ساتھ اپنا مطالعہ جاری رکھیں، اور نئے نئے مسائل کا استخراج و استنباط کریں، رات کے اس مسلسل عمل نے ان کی صحت پر جب مضر اثرات ڈالے تو ایک رات ان کے چند رفقاء ان کی خدمت میں آئے اور کہا کہ آپ یوں مسلسل نہ جاگیں اور سویا بھی کریں ورنہ آپ کی صحت خراب ہو جائے گی۔ رفقاء کی بظاہر اس ہمدردانہ بات کو سننے کے بعد امام محمد نے جو جواب دیا، کاش اس جواب کی تہہ تک آج ہم سب پہنچ سکتے اور اس میں چھپے ہوئے پیغام پر غور کر سکتے۔ فرمایا:

’’لوگ تو اس بھروسہ پر سو رہے ہیں کہ کوئی نیا مسئلہ ہمارے سامنے آئے گا تو محمد کے پاس جائیں گے، محمد بھی اگر سو جائے تو لوگ پھر کہاں جائیں گے‘‘؟

☆☆☆

# عرض داعی
## (۳)

**نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔**

حضرت صدر محترم، باہر سے آئے ہوئے معزز مہمانان خصوصی ڈاکٹر محروس المدرس، مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، اکیڈمی کے دوسرے سرپرست حضرت امیر شریعت مولانا ابو السعود صاحب، ملک کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے حضرات علماء، فضلاء، ماہرین علوم جدیدہ، اور دین کا درد رکھنے والے، اور ہمارے عزیز طلبہ، استقبالیہ کے ارکان، اس شہر کے ہمارے عزیز نوجوان، جو اس امت کے لئے مستقبل کا ایک بڑا سہارا ہیں، اس وقت میں اکیڈمی کے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے آپ سب کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اور آپ سب کا تہہ دل سے انتہائی شکر گزار بھی ہوں، قبل اس کے کہ آگے کی کارروائی جاری ہو، بحیثیت داعی میرا فرض ہے کہ میں چند باتوں کی وضاحت کر دوں، میں اس یقین کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ اسلام کی علمی تاریخ میں جب بھی، جس عہد میں بھی جو نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں، اور جو نیا چیلنج سامنے آیا ہے، چاہے وہ چیلنج کسی رخ پر ہو۔ ہمارے سلف نے اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہر اس چیلنج کا سامنا کیا ہے۔ اور ہر دور کے اٹھنے والے سوالات کا شافی جواب دیا ہے۔ علم اور قانون کی دنیا میں فقہ اسلامی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ فقہ اسلامی اور خاص کر فقہ اسلامی کے جو مصادر SOURCE OF LAW ہیں، جو سرچشمہ قانون ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب، حضور ﷺ کی سنت مبارکہ اور کتاب وسنت کی روشنی میں ہر عہد میں مسائل پر فقہاء اور علماء کا اجماع، اور صحیح عقلی اصولوں کی روشنی میں کتاب و

سنت سے نئے احکام کا استنباط کے اصول، اس کے مناہج، اس کے قواعد، جس کو ہمارے فقہاء نے اصول شرع میں، قواعد میں، اشباہ و نظائر میں، اور حکمت اسلامی کے عنوان سے ہر دور میں جمع کر دیا ہے، کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، قیاس اور اجماع، استحسان، استصلاح، سدذرائع، قوانین شرعیہ کے اصول ہوں یا دوسرے اصول، متفق علیہ ہوں یا مختلف فیہ، ان تمام بنیادی سرچشموں اور اجتہاد کے طریقوں اور استنباط کے مناہج کو اتنی تفصیل کے ساتھ مرتب کر دیا گیا ہے کہ قیامت تک آنے والے زمانے میں بھی جب بھی کوئی مسئلہ پیدا ہوگا، اپنے وقت کا عالم جو ان سرچشموں پر نگاہ رکھتا ہو، جو سلف کے اقوال سے آشنا ہو، جو "ما أجمعوا علیه و ما اختلفوا فیه" (اجماعی احکام اور مختلف فیہ احکام) سے واقف ہو، جو احکام کے مدارج سے واقف ہو، جو شریعت کی روح پر نگاہ رکھتا ہو، جو طرق استنباط پر نظر رکھتا ہو، شرع کے قواعد کو شاذ، اور نادر رائے کی روشنی میں چھوڑنے پر آمادہ نہ ہو، جو شواذ و نوادر کی تلاش میں نہیں بلکہ قواعد اور دین کے بنیادی اصول کے تحت دین کے تحفظ کا کام کرتا ہو، ورنہ کوئی باب ایسا نہیں ہے جس میں کوئی نادر قول آپ کو نہ مل جائے۔ لیکن نوادر اور شواذ اقوال کبھی حجت نہیں رہے ہیں، پس موقعہ ہے اس بات کا کہ ہر عہد میں پیدا ہونے والے مسائل کو حل کیا جائے۔ ہمیں اس پر پورا اطمینان ہے، ورع تقوی اور ہوی اور عقل سلیم کے درمیان فرق، اور دور نبوت سے اور نور نبوت سے کسب کرنے کی استعداد، ایک طرف مسائل کو علم کی روشنی میں یقین کے ساتھ حل کرنے کا عزم اور دوسری طرف اپنے اوپر اتنا بڑا جرم لادنے کا خطرہ۔ دونوں باتیں جب ساتھ ہوں گی تو کام بڑھے گا۔ شریعت اسلامی کی سب سے پہلی خاص بات یہ ہے کہ جزئیات کا نام شریعت نہیں، بلکہ اصول اور کلیات کا نام شریعت ہے، جزئیات ادوار کے مطابق بدلتی رہ سکتی ہیں، اصول اور کلیات ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں۔ اور جس قانون کی بنیاد اصول اور کلیات پر ہوگی وہ قانون کبھی مردہ نہیں ہو سکتا، اس کو ہمیشہ زندہ رہنا ہے، اس لئے کہ اصول و کلیات کی تطبیق ہر عہد میں کی جا سکتی ہے۔ جزئیات میں اپنے وقت، اپنے زمانے، اپنے شہر، اپنے خاندان، اپنے قبیلہ کی چھاپ ہوا کرتی ہے۔ اصول وہ روح ہے جو ہر جگہ

سرایت کرتا رہتا ہے۔پچھلی پوری صدی میں سائنس ،ٹکنالوجی کی ترقی میں یورپ کی نئی تہذیب نے ہمارے بدلتے ہوئے حالات کو معاشرت میں آنے والی تبدیلیوں میں نہ جانے کتنے مسائل پیدا کئے ہیں، بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ علماء چپ چاپ بیٹھے رہے، جواب نہیں دیا۔ یہ اللہ کے وہ معصوم بندے ہیں جنھوں نے پڑھنے کی کبھی کوشش ہی نہیں کی، اور بغیر پڑھے اپنی بات کہنے کی عادت پڑ گئی۔ ورنہ پچھلی صدی کے اندر ہندستان میں جو محقق علماء پیدا ہوئے، جو صاحب حکمت علماء پیدا ہوئے، دین کا عمیق علم رکھتے تھے، میں کم از کم حضرت تھانویؒ کا نام ،حضرت عبدالحیٔ فرنگی محلی کا نام ،حضرت مفتی کفایت اللہ کا نام اور بہت سے بزرگوں کا نام گنوا سکتا ہوں۔ جنہوں نے اپنے وقت کے نازک مسئلوں کو حل کرنے میں کبھی ایک قدم پیچھے نہیں ہٹایا ،لیکن لوگ جو چاہتے ہیں وہ انہوں نے نہیں کیا ،شریعت جو چاہتی ہے وہ انہوں نے ضرور کیا ، ہم ان کے وارثین ہیں۔ ہمارا ابنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ہم ان کے وارث کی حیثیت سے چاہے اس سمینار میں بیٹھیں یا افتاء کی مسند پر بیٹھیں یا قضا کی کرسی پر بیٹھیں یا کسی علم و تحقیق کی محفل میں بیٹھیں ،ہمیں اتباع اھواء الناس نہیں کرنا ہے۔ہمیں اتباع امر نبی ﷺ کرنا ہے۔جب نبی کو صاف یہ کہہ دیا گیا کہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اس کتاب کی جگہ آپ دوسری کتاب لا کر دے دیں۔ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ آپ بدل دیجئے اس قرآن کو، اور کوئی دوسرا قرآن لاکر دے دیجئے۔ کہہ دیا گیا کہ آپ کہہ دیجئے کہ "مَا يَكُوْنُ لِيْ أَنْ أُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلاَّ مَا يُوْحٰى اِلَيَّ" (یونس ر ۱۵)۔ مجھے اس کا حق کہاں سے آگیا کہ میں اپنے جی سے اللہ تعالیٰ کی شریعت ، اس کی کتاب اور اس کے قانون کو بدل ڈالوں۔ اللہ کی طرف سے جو وحی آتی ہے میں تو اس کا پابند ہوں، اس کے خلاف میں نہیں کرسکتا۔ پس جو وارثانِ رسول ہیں ، ایک طرف تو ان کو اپنے عہد کو پڑھنا ہوگا۔ اپنے زمانہ کے تقاضہ کو جاننا ہوگا۔ اصول شریعت کی روشنی میں انسانوں کے مسائل، ان کی دشواریاں، معاشرے کی مشکلات ،حرج اور ضرر کو دور کرنے کے سلسلہ میں محض اوہام کا شکار ہوکر امت کو دشواریوں میں نہیں ڈالنا ہوگا، اور دوسری طرف محض لوگوں کی خواہشات پر چل کر

شریعت کو ترک نہیں کرنا ہوگا، یہی ہے بیچ کا معتدل راستہ، جو ہم کو ہمارے بزرگوں سے ملا ہے، جو کتاب وسنت سے ملا ہے۔ اور آئندہ آنے والی نسلوں کو اسی راستہ پر چلنا ہے۔ بہت عرصہ سے ہم لوگ فکر مند تھے، یہ ساری چیزیں دراصل مسلم پرسنل لاء کی تحریک کا اثر کہا جاسکتا ہے۔ ہم نے بھی پڑھا پڑھایا مدرسوں میں بیٹھ کر، لیکن پرسنل لاء کی تحریک کے سلسلہ میں ملک کے گوشے گوشے میں جانے، لوگوں اور ان کی دشواریاں اور جدید وقدیم طبقہ سے ملنے کا موقع ملا۔ ایک دوسرے کو ہم نے پہچانا، انہوں نے اپنی دشواریاں ہمیں بتائیں۔ تو اس کے نتیجہ میں بہت شدت سے احساس ہوا کہ جلد سے جلد کوئی ایسی اجتماعیت وجود میں آنی چاہئے، جو منظم طریقہ پر جدید مسائل پر غور کر کے فقہ اسلامی کی روشنی میں صحیح فیصلہ دے سکے، یا کم از کم صحیح سمت متعین کر سکے۔ ورنہ اگر علماء حق نے اپنا فریضہ ادا نہیں کیا تو جو آزاد روفکر ہے وہ ہے تو یورپی فکر کی غلام، لیکن یہاں آکر اپنے کو بہت آزاد کہتی ہے، اس کی فکری آزادروی امت کی اس کشتی کو ڈبو لے جائے گی، اور وہ امت کو غلط راستے پر لے جائے گی۔ اگر مسائل کا حل نہیں ہوگا تو لوگ غلط سلط سوچ کر غلط راستے پر لوگوں کو لے جائیں گے۔ میں بھی ایمانداری سے سمجھتا ہوں کہ اس عہد کے علماء کا فریضہ ہے کہ وہ آج کے اٹھنے والے سوالات کو حل کریں۔ یہ وہ بات تھی دوستو! جسے ہم نے اپنے بڑوں کے سامنے بھی رکھا تھا۔ بہر حال حیدرآباد میں چند بہت ہی ہم جیسے چھوٹے درجہ کے لوگ اکٹھا ہوئے، جب پرسنل لاء کا اجلاس ہورہا تھا۔ اور ہم نے ایک چھوٹی سی مجلس بنائی تھی مرکز البحث العلمی کے نام سے، بڑا اضطراب تھا ہماری طبیعتوں میں کہ کچھ کرنا ہے۔ جو ایک نوجوانی کا جوش ہوتا ہے۔ بڑھتے بڑھتے کچھ قدم آگے بڑھے، پھر کچھ قدم پیچھے ہٹے۔ اس کے بعد بحث ونظر کا اجراء ہوا، اس رسالہ نے ملک میں مختلف مدارس، علماء اور اصحاب فکر اور دانشوروں میں پہنچ کر ایک نئی تحریک پیدا کی۔ پھر میں بہت شکر گزار ہوں اپنے بہت ہی عزیز دوست ڈاکٹر محمد منظور عالم چیرمین انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز کا کہ میں نے جو ان کے سامنے بات رکھی تو انہوں نے بہت ہی تیزی کے ساتھ اور بلا کسی بوجھ کے مکمل تعاون کا وعدہ فرمایا، اور اس طرح پہلا فقہی سمینار

ہوا، دوسرا فقہی سمینار ہوا، میں سمجھتا ہوں کہ اب ملک کے کسی گوشہ میں یہ فقہی اور علمی جد وجہد جو ہو رہی ہے نا مانوس نہیں رہی ہے ۔ہر جگہ لوگ اس کو جاننے لگے ہیں ۔ظاہر ہے کہ ایسے کاموں میں کچھ باتیں کہی جاسکتی ہیں ۔کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ غیر مقلد ہوتا جارہا ہے، اور کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ حنفیت کی اشاعت چاہ رہا ہے ۔جیسے دل ویسی ان کی فکر، اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپ ہر شک وشبہ سے بالاتر ہوکر علم اور مطالعہ اور تحقیق کے ساتھ آکر بیٹھئے، ایک دوسرے کے آراء اور خیالات کو سمجھئے ۔اور کوئی بھی رائے کثرت رائے یا جبر کے ساتھ یا مجر یٹی کے ساتھ نہیں ہوگی ۔یہ بات اچھی طرح جان لیجئے ، پوری دیانت داری کے ساتھ ۔فتوی کا مسئلہ ہے ۔اس میں کوئی ایسی بات نہیں کی جاسکتی ہے، موقعہ اس کا موجود ہے کہ آپ کے ساتھ، آپ کے عہد کے مختلف علوم کے جاننے والے فضلاء اور دانشور بھی یہاں موجود ہوں ۔یہ خلیج بہر حال پٹنی چاہئے، اور امت کے درمیان مسلکوں میں فرق اور امت کے درمیان مختلف صلاحیتوں کا اپنے کو اپنے خول میں بند رکھنا، یہ اتنا عظیم فتنہ ہے کہ اگر ہم اس پر قابو نہیں پاسکے تو اس امت کو ہم ترقی کی اس راہ پر نہیں لے جاسکتے جو اس کا حق ہے ۔ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ میں سے ہر شخص، ہمارے یونیورسٹی کے دانشور، مختلف علوم کے ماہرین بیٹھیں علماء کے سامنے، شریعت کے احکام اور اس کے مصادر سے براہ راست استفادہ کریں ۔آج جو سائنس اور ٹکنالوجی میں جدید ترقیاں ہوئی ہیں، نئے مسائل آئے ہیں، نئے نظریات آئے ہیں ۔ان میں ہم اپنے عزیز دوستوں سے جنہوں نے یونیورسٹی میں پڑھ کر اس فن میں کمال حاصل کیا ہے، ہم علماء ان سے براہ راست استفادہ کریں، اور آپس میں مسالک کے فرق کو بھول کر شریعت کے عام اصولوں کو سامنے رکھ کر ایک ساتھ جمع ہوکر مسائل کو سوچنے کی کوشش کریں۔

گروہ بندی اور تفریق اسلام میں لعنت ہے، دوستو! کچھ بھی یہ موجب رحمت نہیں ہوسکتا، ہندوستان میں اگر اس امت کا تحفظ کرنا ہے تو ہر محاذ پر آپ کو کلمہ کی بنیاد پر اکٹھا ہونا پڑے گا۔

# عرض داعی

(۴)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلىٰ آله الطاهرين و أصحابه أجمعين ... اما بعد

غالباً ۱۹۸۰ء کی بات ہے، اسی شہر حیدرآباد میں مسلم پرسنل لابورڈ کا اجلاس منعقد ہوا، اس اجلاس کی وجہ سے اصحاب علم وتحقیق کی ایک خاصی تعداد یہاں موجود تھی، میں نے ان میں سے چند علماء کو جمع کیا اور اس بات پر گفتگو ہوئی کہ ہندوستان میں نئے مسائل پر غور وفکر کے لئے علماء اور جدید علوم کے ماہرین کا ایک پلیٹ فارم ہونا چاہیے جو ہر طرح کی جماعتی اور گروہی تنگ نظریوں سے بالاتر ہوکر محض ملّت کے مفاد کے لئے کام کرے اور نئے مسائل کا حل امت کے سامنے پیش کرے، چنانچہ اسی مقصد کے لئے ''مرکز البحث العلمی'' کا قیام عمل میں آیا۔

اللہ کا شکر ہے کہ جو سفر ہم نے سرزمین حیدرآباد سے شروع کیا تھا اب ایک بار پھر اسی علم پرور اور ادب خیز زمین پر خیمہ زن ہوئے ہیں۔ وہ شہر جو عرصہ تک اس ملک ہی نہیں پورے عالم اسلام میں علوم اسلامیہ کے احیاء اور نشاۃ ثانیہ کا نشان سمجھا جاتا تھا اور اہل نظر جس کو ''بغداد ہند'' سے تعبیر کرتے تھے، جس ریاست میں فتاویٰ عادل شاہی، فتاویٰ ابراہیم شاہی اور فتاویٰ عالمگیری جیسی فقہ کی جامع کتابیں مرتب ہوئیں اور جس کے ذریعہ فقہ اسلامی کی دسیوں نادر تالیفات جو مخطوطات کے دفینوں میں تھیں، طباعت واشاعت کے سفینوں میں منتقل ہوئیں، اور اہل تحقیق کی چشم اضطراب کا سرمہ بنیں۔

اسی مقصد کی تکمیل کے لئے سہ ماہی ''بحث ونظر'' کا اجراءعمل میں آیا، اس نے فقہی موضوعات پر علمی وتحقیقی تحریریں لکھنے کا ایک خاص ذوق پیدا کیا اور نوجوان فضلاء وعلماء نے اس موضوع پر توجہ کی، لیکن اس کام کے لئے جس طرح کے حوصلہ مند تعمیری کام کرنے والے مثبت فکر رکھنے والے رفقاء کی ضرورت تھی، اس ضرورت کی تکمیل ''انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز'' اور اس کے سلیم الفکر اور بالغ نظر مؤسس اور ذمہ دار جناب ڈاکٹر محمد منظور عالم صاحب نے کی، ڈاکٹر صاحب سے میری پہلی ملاقات مسجد نبویؐ مدینہ منورہ میں ہوئی تھی، وہیں ہم نے طے کیا کہ ہمیں ہندوستان میں خالص امت اور ملت کو پیش نظر رکھ کر جماعتی اور گروہی حد بندیوں سے اوپر اٹھ کر کام کرنا چاہئے، اور ایسے مسائل کے بجائے جو عارضی اور جذباتی نوعیت کے ہوں اور وقتی اثر رکھتے ہوں، ایسے مسائل کی طرف اپنی توجہ مرکوز رکھنی چاہیے، جن کا نتیجہ گو دیر سے سامنے آتا ہو، لیکن وہ پائیدار اور دور رس اثرات کے حامل ہوں۔

اسی سلسلہ میں ہندوستان آنے کے بعد میں نے ڈاکٹر صاحب کے سامنے ''فقہ اکیڈمی'' کا خاکہ رکھا، اور ان سے تعاون کی خواہش کی، موصوف کو اللہ تعالی جزائے خیر دے کہ انھوں نے اس اہم کام میں بھرپور تعاون کی پیش کش کی اور عملی تعاون کیا، اس طرح ''مرکز البحث العلمی'' کی صورت میں جو خواب دیکھا گیا تھا، ڈاکٹر صاحب کے ذریعہ وہ شرمندۂ تعبیر ہوسکا۔ **فجزاه الله خير الجزاء۔**

مجھے مسرت ہے کہ اس اکیڈمی کو اوّل دن سے ہمارے بزرگوں اور اکابر کی توجہ حاصل ہے، اس سلسلہ میں حضرت مولانا سید محمد ابو الحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم اور حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ کے اسماءگرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں جو اکیڈمی کے سمیناروں میں شرکت بھی فرماتے رہے اور اس کے کاموں کی حوصلہ افزائی بھی۔

واقعہ ہے کہ اس موقع سے مجھے حضرت امیر شریعت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ (سابق جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ) کی یاد بے حد تڑپاتی ہے جو نہ صرف علمی اور

تحقیقی کاموں کا ذوق رکھتے تھے، بلکہ اس ذوق کے پروان چڑھانے اور علمی کاموں کی حوصلہ افزائی کرنے کا خاص مزاج رکھتے تھے، مسائل پر آزادانہ بحث اور تبادلۂ خیال کرتے، اختلاف رائے کو برداشت کرتے، چھوٹوں کی رائے کو بھی صبر وضبط کے ساتھ سنتے، حقیقت یہ ہے کہ فقہ وقانون کے اس شناور، تحفظ شریعت کے قافلہ سالار اور دلِ دردمند اور فکر ارجمند کے حسین امتزاج کو ہندوستان کی شریعت اسلامی کی حفاظت اور مسلمانوں کے ملی بقاء کی تاریخ میں کبھی بھلایا نہ جا سکے گا۔

چنانچہ ''انسٹی ٹیوٹ'' کے تعاون سے پہلا سمینار یکم تا ۳/اپریل ۱۹۸۹ء کو ہمدرد نگر دہلی میں منعقد ہوا، جس میں ملک کے شمال سے جنوب اور مغرب سے مشرق تک قریب قریب ہر علاقہ کے نمائندہ ومفتیان موجود تھے۔ جو مختلف درس گاہوں، مکاتبِ فقہ اور دبستانِ خیال سے تعلق رکھتے تھے اور محض امت کے مسائل کے حل کی دردمندانہ فکر نے ان کو ایک جگہ جمع کیا تھا، ان کے شانہ بشانہ علومِ جدیدہ کے وہ ماہرین تھے، جو گہرے اخلاص اور شریعت کی عظمت وحرمت کے احساس کے ساتھ یہاں آئے تھے، پھر جب بحث ومباحثہ کا سلسلہ شروع ہوا تو اعتراف ورجوع، اختلاف رائے پر تحمل اور مختلف نقاط نظر پر مثبت غور وفکر کا ایسا خوش گوار منظر سامنے آیا کہ سلف صالحین کی یاد تازہ ہوگئی، میرے خیال میں یہ مسلمانان ہند کے لئے ایک یادگار اور تاریخی دن تھا۔

اس نے مسائل پر تبادلۂ خیال اور اجتماعی غور وفکر کا ایک نیا ماحول پیدا کیا اور کارکنان کو ہمت وحوصلہ عطا کیا، چنانچہ دسمبر ۸۹ء میں دوسرا فقہی سمینار بھی انسٹی ٹیوٹ ہی کے تعاون سے دہلی میں منعقد ہوا اور نقشِ ثانی ''نقش اول'' سے بہتر ثابت ہوا۔ تیسرے سمینار کی میزبانی دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور نے کی، حضرت مولانا ابو السعود صاحب سرپرست اکیڈمی کی دعاء وتوجہ، مولانا مفتی اشرف علی صاحب کی سعی پیہم اور بنگلور کے اہل ذوق اور نوجوانوں کے جذباتِ محبت اور علم دوستی وعلم پروری نے اس سمینار کو بھی غیر معمولی کامیابی سے ہم کنار کیا۔

اب چوتھا سمینار ہندوستان میں تہذیب وثقافت کے دارالخلافہ اور علم وتحقیق کے مرکز

حیدرآباد میں منعقد ہو رہا ہے اور ریاست کی ایک ممتاز درس گاہ ''دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد'' میں منعقد ہو رہا ہے، جہاں سے فقہ پر بہتر اور مفید کام ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نتیجہ خیز فرمائے۔

اس وقت سمینار جن موضوعات پر غور وخوض کے لئے منعقد کیا جا رہا ہے وہ سارے ہی موضوعات نہایت اہم ہیں، ان میں سب سے اہم مسئلہ ''اسلامی خطوط پر بینک کاری'' کے نظام کا ہے، بینک کے بنیادی مقاصد، سرمایہ جمع کرنے والوں کے لئے اعتماد اور بھروسہ قائم کرنا، رقم کی حفاظت کرنا اور بروقت ان کے لئے ان کی رقم کی واپسی کو ممکن بنانا، منجمد پیسوں کو گردش میں لانا اور غرباء اور اہلِ حاجت کی مدد کے لئے قرض کی فراہمی ہے، غور کیا جائے تو یہ تمام ہی مقاصد وہ ہیں جو اسلام میں مطلوب اور پسندیدہ ہیں۔

لیکن افسوس ہے کہ جدید بینکنگ کی بنیاد سود اور زر کے ذریعہ کسب زر پر ہے، جو زر کے فطری اور خلقی مقاصد کے خلاف ہے۔ زر ذریعہ تبادلہ ہے، زر قابلِ ادخار ہے، لیکن وہ اپنی فطرت کے لحاظ سے کسبِ زر کا ذریعہ نہیں ہے۔ زر کو کسبِ زر کا ذریعہ بنانا معاشرہ کے لئے زبردست فتنہ ہے، اس عمل کی وجہ سے معاملات وکاروبار میں واسطے پیدا ہوئے ہیں اور ان واسطوں کی وجہ سے مصنوعات کی لاگت بڑھ جاتی ہے، اسی لئے اسلام تجارت کو جائز رکھتا ہے اور سود کو حرام۔ ''اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّ مَ الرِّبٰوا'' (سورۂ بقرہ:۲۷۵)، بینک کا طریق کار اس کے عین برعکس ہے، وہ تجارت اور براہ راست سرمایہ کاری کو ممنوع قرار دیتا ہے اور سود کو اپنے نظام کا ایک لازمی عنصر بنالیتا ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہندوستانی بینکنگ قانون کے مطابق کسی بینک کا قیام اور اس کا اسلامی بینک کا نام دینا بلا وضو نماز پڑھنے کے مترادف ہے، موجودہ بینکنگ نظام افراطِ زر اور معیشت میں انحطاط کے بنیادی اسباب میں سے ہے، صورت یہ ہے کہ نوٹ چھپتے جاتے ہیں اور ان کے پیچھے زرِ حقیقی کا کوئی وجود نہیں ہوتا، نوٹ کا پھیلاؤ جس قدر بڑھتا جاتا ہے اس کے ساتھ زر کی قیمت گرتی جاتی ہے، اسلام کے اصولِ معیشت پر عمل کیا جائے تو انسانیت اپنے اس خود

ساختہ بوجھ سے خود کو آزاد کرسکتی ہے۔ ''یَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ'' (سورۂ اعراف ۱۵۷)۔ اسلام کی رحمتِ عامہ اور پیغمبر اسلام کی شانِ رحمتہ للعالمینی کا تقاضا ہے کہ اسلام کے نتیجہ خیز اور ثمر آور اصولِ معیشت کا ہم قوم و ملک کے سامنے تعارف کرائیں، صحیح طور پر اسلامی نظام معیشت سے لوگوں کو روشناس کریں، احکام شریعت کا انطباق کریں اور کچھ نہ کچھ عملی نمونہ پیش کریں کہ ہمارا ایمان ہے کہ اسلام ایک ابدی مذہب ہے اور قیامت تک ہر دور اور عہد میں انسانی مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

ہمارا فرض ہے کہ قانون ملکی کی روشنی میں ایسی صورت پیدا کی جائے کہ براہ راست سرمایہ کاری ہوسکے، نیز ایک ایسا خاکہ تیار کیا جائے اور بروئے عمل لایا جائے جو ممکن حد تک ان مقاصد کو پورا کرتا ہو جو شرعی نقطۂ نظر سے سود سے پاک ہو، اس سلسلہ میں بنیادی طور پر علماء اور ماہرین معاشیات کے درمیان جس نقطۂ نظر پر اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ ایک ایسے مالیاتی ادارہ کا خاکہ بنایا جائے جو بینک کے پسندیدہ مقاصد کو پورا کرے، وہ محض خیراتی اور رفاہی ادارہ نہ ہو، بلکہ منافع پیدا کرنے والا ادارہ ہو، اور اس کی حسابی جواب دہی اتنی پختہ ہو کہ اس پر اعتماد کیا جاسکے، یعنی بنیادی طور پر (VIABILITY) (وابلیٹی) اور (ACCOUNT VIABILITY) (اکاؤنٹ وابلیٹی) کو محفوظ رکھا جائے، اور ڈپوزٹ (جمع) اور (DEPLOYMENT) (سرمایہ کاری) سود سے پاک ہو۔ اس سلسلہ میں ہندوستان کے کمپنی لاز اور کوآپریٹو کریڈٹ سوسائٹیز کے قانون کا بھی جائزہ لیا گیا۔ انشاءاللہ ان تمام نکات پر بحث بینکنگ کے موضوع پر گفتگو کے دوران سمینار میں آئے گی، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مفید اور صحیح نتائج تک پہنچائے۔

سمینار کا دوسرا موضوع ''ہندوستان کے موجودہ حالات میں انشورنس'' کا ہے، عام طور پر مشاہیر علماء کے نزدیک انشورنس میں ''ربوا'' اور ''قمار'' موجود ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ ہندستان میں آزادی کے بعد سے مسلمان جن حالات سے دو چار ہیں اور فرقہ وارانہ فسادات کے ذریعہ ان کی نسل کشی، معیشت کی بربادی و تباہی کا سلسلہ جاری ہے، یہاں کیا انشورنس

مسلمانوں کے لئے اجتماعی حاجت نہیں بن گئی ہے؟ اور اگر ان خصوصی حالات کے تحت اس کی اجازت دی جاتی ہے تو پھر اس سے متعلق کچھ فقہی سوالات بھی ہیں، ندوۃ العلماء کے تحت ''مجلس تحقیقات شرعیہ'' کی دعوت پر یہ مسئلہ زیر بحث آچکا ہے، اور مجلس نے ہندوستان کے خصوصی حالات کے پیش نظر جواز کا فتویٰ دیا ہے، اس مسئلہ پر مزید غور وخوض کے بعد آپ کو فیصلہ کرنا ہے، اور اگر آپ اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں تو پھر ارباب افتاء اسی کے مطابق فتاویٰ دیں، تاکہ مسلمان ذہنی انتشار اور آراء وخیالات کے تضاد سے بچ سکیں۔

تیسرا موضوع ''دوملکوں کے درمیان کرنسی تبادلہ'' کا ہے۔ اس مسئلہ کی بنیاد اس امر پر ہے کہ یہ ''عقد صرف'' میں داخل ہے، یا نہیں؟ اور کیا اس میں ایک ہی مجلس میں تقابض ضروری ہے؟ اگر تقابض ضروری ہے تو کیا ڈرافٹ کے ذریعہ کرنسیوں کے تبادلہ میں یہ شرط پوری ہوجاتی ہے؟، اس سلسلہ میں ہمیں ایک طرف شریعت کے مقاصد پر بھی نظر رکھنی ہوگی اور سلف صالحین کے اجتہادات سے بھی فائدہ اٹھانا ہوگا، دوسری طرف حالات ومشکلات پر بھی نظر رکھنی ہوگی۔

مغربی تہذیب وتمدن کی وجہ سے پیدا ہونے والے اخلاقی انحطاط نے بھی ہمارے لئے بعض معاشرتی مسائل پیدا کردیئے ہیں، ایسا ہی ایک مسئلہ جنوبی افریقہ کا ہے، موقعہ ہوا تو اس پر بھی غور کیا جانا ہے۔

ان سمیناروں نے امت کو کیا دیا؟ یہ سب آپ کے سامنے ہے، جیسا کہ ذکر کیا گیا، مختلف اہل علم کے ایک اسٹیج پر بیٹھنے اور مل کر مسائل حل کرنے کا مزاج پیدا کیا، علمی اور تحقیقی انداز پر غور وفکر کی صلاحیت دی، مخالف رائے برداشت کرنے اور اپنی رائے پر اصرار کی بجائے قبول واعتراف کا ماحول سازگار کیا، نئے مسائل پر سوچنے کی ایک تحریک پیدا کی، جدید وقدیم کے فاصلہ کو کم بلکہ ختم کیا اور ایک طرف علماء وفقہاء اور دوسری طرف علوم جدیدہ کے ماہرین نے مشترک طور پر مسائل پر تبادلۂ خیال اور بحث کی طرح ڈالی، اور میری نگاہ میں ان سب سے بڑھ کر یہ ہوا کہ فقہ کا میدان جو علماء کی توجہ سے محروم ہوتا جارہا تھا، نوجوان فضلاء اور قلم کاروں کی ایک

جماعت نے اس میدان میں حوصلہ افزا اور امید افزا رفتار کے ساتھ قدم بڑھایا ہے۔ **فالحمدلله علی ذلک**۔ لیکن ابھی ہمیں بہت کچھ کرنا ہے، اور سب سے اہم کام ان کاموں میں جو رہا ہے تسلسل کو برقرار رکھنا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے، اپنی مرضیات پر ثابت قدم رکھے اور زیغ وضلال سے حفاظت فرمائے۔

اکیڈمی کے سمینار کی روایت کے مطابق ابھی بھی ہمیں افراط وتفریط سے بچتے ہوئے آگے بڑھنا ہے، ایسا نہ ہو کہ ہم کتاب وسنت کی قائم کی ہوئی حدوں سے آگے بڑھ جائیں، شریعت کی حدود اربعہ سے تجاوز کر جائیں اور تجدد وإباحیت کے راستے کھول دیں کہ دین میں تحریف وتصحیف اکبر کبائر ہے، اور ایسا بھی نہ ہو کہ بدلے ہوئے حالات واقدار، تغیر پذیر عرف وعادات، اور تبدیل شدہ نظام واطوار سے صرف نظر کرتے ہوئے ہر جزئیہ میں متقدمین کے اجتہادات واستنباط اور ان کے عہد کے حالات پر مبنی مسائل واحکام اور فتاویٰ ہی پر اصرار وجمود برتا جائے، کہ اس طرز عمل سے عام لوگوں میں اسلام سے فرار اور بد دینی کی طرف میلان پیدا ہوگا، اسی لئے سلف نے کہا کہ "**من لم یعرف زمانه فهو جاهل**" اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ صحیح خطوط پر ہم ان مسائل پر غور کریں اور اس رائے اور نتیجہ تک پہنچیں جو خدا کو راضی کرنے والا ہے۔

اکیڈمی اور اس کے ذمہ داروں کی طرف سے ہم آپ تمام مہمانوں کے شکرگزار ہیں کہ زحمتِ سفر برداشت کرکے آپ یہاں تک پہنچے، بیرون ملک کے مہمانوں کے خصوصاً کہ ان کو زیادہ طویل سفر کرنا پڑا، دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد اور اس کے ذمہ داران، نیز مجلس استقبالیہ اور شہر حیدرآباد کے باذوق داعیان کے بھی، کہ ان حضرات نے نہایت سعی وکاوش اور خوش سلیقگی سے سمینار کی تیاری کی، اخیر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ تمام حضرات کو شایانِ شان اجر عطا فرمائے، اور ہم سے وہ فیصلے کرائے جن سے وہ راضی ہو۔

**أللهم ألهمنا مراشد أمورنا وأعذنا من شرور أنفسنا۔ والسّلام علیکم ورحمة الله وبرکاته**

# خطبہ افتتاحیہ

**الحمدللہ کفی و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی اما بعد!**

اللہ تعالیٰ کا بے پناہ شکر واحسان ہے کہ ''مجمع الفقہ الاسلامی الہند'' کا پانچواں سمینار ضلع اعظم گڑھ کے صدر مقام شہر اعظم گڑھ میں ہو رہا ہے، آٹھویں صدی عیسوی میں سلطان فیروزشاہ تغلق نے جونپور آباد کیا تو دیار پورب علوم وفنون کا گلشن صدا بہار بن گیا، سلاطین شرقیہ کے دور میں یہ پورا علاقہ نہ صرف اپنا امتیاز باقی رکھا، بلکہ علم وفن، اور تزکیہ واصلاح کے ہر میدان میں تیز رفتار ترقی کرتا رہا۔ تیموری سلاطین کے دور میں بھی دیار پورپ کے ہر چپہ پر علمی اور اصلاحی مجلسیں گرم رہیں، یہاں کا ہر قصبہ قریہ علم وحکمت کا مرکز بن گیا، دیار پورب کی علمی رونق اور علماء، فضلاء، صوفیاء کی کثرت دیکھ کر مغل بادشاہ شاہ جہاں پکار اٹھا:

''مملکت پورب شیراز ما است''

اسی شیراز ہند کا اہم ترین علاقہ خطہ اعظم گڑھ ہے، جس کے صدر مقام شہر اعظم گڑھ میں ''اسلامک فقہ اکیڈمی'' کا یہ پانچواں سیمینار منعقد ہو رہا ہے۔

دیار پورب کے اس مردم خیز خطہ اعظم گڑھ میں ہر علم وفن اور زندگی کے ہر میدان کی قد آور بلند پایہ شخصیتیں پیدا ہوئیں، اس مردم خیز خطہ کے تمام اعیان ومشاہیر کے اجمالی تذکرے کے لئے بھی بہت وقت اور فرصت چاہئے، اگر ہم صرف یہاں کے بیسویں صدی کے مشاہیر پر

نظر ڈالتے ہیں تو علامہ فاروق چریا کوٹی ، علامہ شبلی نعمانی، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری محدث، مولانا حمید الدین فراہی، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوری، مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری، مولانا ابو اللیث صاحب ندوی، مولانا امجد علی اعظمی، مولانا جلیل احسن ندوی، مولانا امین احسن اصلاحی، استاذ القراء مولانا ریاست علی صاحب جیسی بلند قامت شخصیتیں نظر آتی ہیں۔ خطہ اعظم گڑھ مدارس دینیہ کا بھی اہم مرکز ہے، اس کے تمام قصبوں میں بڑے بڑے علمی مراکز قائم ہیں، مثلاً مدرسہ دار العلوم مئو ناتھ بھنجن، مدرسہ مفتاح العلوم مئو، مدرسہ فیض عام مئو، مرقاۃ العلوم مئو، مدرسہ دار الحدیث مئو، جامعہ احیاء العلوم مبارک پور، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، مدرسہ الاصلاح سرائے میر، جامعۃ الرشاد، جامعۃ الفلاح بلریا گنج۔

اعظم گڑھ ہی کی سرزمین پر دار المصنفین قائم ہے جس کی تحقیقی خدمات نے نہ صرف اعظم گڑھ کی عزت وشہرت میں چار چاند لگایا ہے، بلکہ پوری دنیا میں ہندوستان کا نام روشن کیا ہے۔ دار المصنفین نے تحقیق وتنقید کا نیا متوازن اور معتبر معیار قائم کیا، مختلف اسلامی موضوعات خصوصاً سیرت وتاریخ پر بے نظیر لٹریچر تیار کیا، دار المصنفین ہی کے پاس ''شبلی کالج'' ہے جو علوم عصریہ کی مثالی تعلیم کے میدان میں اپنی شاندار تاریخ رکھتا ہے اور مسلم نوجوانوں کو عصری تعلیم سے لیس کرنے میں بڑا اہم رول ادا کر رہا ہے، دار المصنفین اور شبلی کالج دونوں ادارے علامہ شبلی کے قائم کئے ہوئے ہیں اور مولانا مرحوم کی حوصلہ مندی اور دینی وملی فکرمندی کی زندہ یادگار ہیں۔

شخصیات، اداروں اور تحریکات سے مالا مال خطہ اعظم گڑھ میں مجمع الفقہ الاسلامی الہند (اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا) کے پانچویں سمینار کا انعقاد میرے لئے بے پناہ مسرت وسعادت کی بات ہے، اسلامک فقہ اکیڈمی کے سمینار کے لئے یہ مناسب ترین جگہ تھی اللہ تعالیٰ اس سمینار کو کامیاب، نتیجہ خیز اور بارآور بنائے۔

محترم حضرات وشرکاء اجلاس!

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا قیام چند سال پہلے ہوا، ایک ننھے پودے کی طرح اس

اکیڈمی کا وجود ہوا، لیکن الحمدللہ چند ہی سالوں میں اکیڈمی نے تناور درخت کی شکل اختیار کر لی، اکابر علماء، اصحاب افتاء، اصحاب علم وتحقیق کی طرف سے اکیڈمی کو اعتماد وتعاون ملا، ہر مسلک ومکتب فکر کے معتمد اور صاحب ذوق علماء نے اکیڈمی کی آواز پر لبیک کہا، اسے ہر طرح کا تعاون دیا، جدید تعلیم یافتہ طبقہ نے نئے مسائل کی تصویر وتنقیح میں علماء اور اصحاب افتاء کی بھرپور مدد کی، اقتصادیات، بینکنگ، سیاسیات، سماجیات اور میڈیکل سائنس کے ماہرین نے اکیڈمی کے ساتھ بھرپور تعاون کیا، مدارس دینیہ کے نوجوان اساتذہ اور ہونہار فضلاء نے نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ تحقیق وتصنیف کے میدان میں قدم رکھا اور اکیڈمی کے اٹھائے ہوئے سوالات پر بڑی عرق ریزی اور دیدہ وری کے ساتھ مضامین لکھے، امت کے ان مختلف طبقات اور متنوع صلاحیتوں کو مربوط کر کے ''اسلامک فقہ اکیڈمی'' نے اپنا اہم اور نازک سفر شروع کیا۔

اسلامک فقہ اکیڈمی کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ موجودہ حالات کی معاشی، معاشرتی، سیاسی وصنعتی تبدیلیوں اور جدید ترقیات میں پیدا ہونے والی دشواریوں کا حل صحیح اسلامی خطوط کے مطابق قرآن وسنت، آثار صحابہ اور اقوال سلف کی روشنی میں تلاش کیا جائے۔ الحمدللہ! اس مقصد کے سلسلہ میں اکیڈمی کی پیش رفت بہت نتیجہ خیز اور امید افزا رہی، اس سے پہلے چار سمیناروں میں فقہ اکیڈمی نے متعدد اہم اور پیچیدہ مسائل کے بارے میں فیصلے کئے، الحمدللہ ہند وبیرون ہند کے دینی، علمی اور تحقیقی حلقوں نے ان فیصلوں کو غیر معمولی اہمیت دی اور ان کا علمی وزن محسوس کیا، یہ پانچواں سمینار بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ انشاء اللہ اس سمینار میں زکوۃ سے تعلق رکھنے والے چند اہم مسائل پر غور وخوض ہوگا، اور سمینار میں شریک ہونے والے مختلف دینی مدارس ومکاتب اور مختلف مسلک ومکتب فکر سے تعلق رکھنے والے اکابر علماء، اصحاب افتا، اور اصحاب علم وتحقیق بحث ومذاکرہ کے بعد ان مسائل کا متفقہ شرعی حل تلاش کریں گے۔

علماء امت ودانشوران ملت! اسلامک فقہ اکیڈمی کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ نئے

باصلاحیت علماء کی صلاحیتوں کو علمی وتحقیقی رخ دیا جائے، ان کی حوصلہ افزائی کر کے علم وتحقیق کا ماحول بنایا جائے، مدارس عربیہ کے ذہین وباصلاحیت فضلاء کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ عصر حاضر کے نت نئے معاشی، سیاسی اور سماجی مسائل کو براہ راست سمجھ کر کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں ان کا حل تلاش کریں، جن مسائل کے بارے میں کتاب وسنت اور ذخیرہ فقہ میں کوئی واضح اور متعین جواب نہ مل سکے، ان مسائل کو مقاصد شریعت، قواعد فقہ اسلامی کے ثانوی مصادر، استحسان، استصلاح، عرف وغیرہ کی روشنی میں حل کریں۔ بلاشبہ نوجوان علماء وفضلاء کی تربیت وذہن سازی کا یہ کام بڑی طویل منصوبہ بندی اور جہد مسلسل چاہتا ہے، الحمدللہ اکیڈمی نے اس سلسلہ میں کچھ اقدامات کئے ہیں، ستمبر ۱۹۹۲ء میں اسلامک فقہ اکیڈمی کے زیر اہتمام مدارس عربیہ کے طلبہ کا اپنی نوعیت کا پہلا تربیتی کیمپ ''مدرسہ امدادالعلوم قصبہ پسونڈہ ضلع غازی آباد'' میں منعقد ہوا، یہ کیمپ چارروز تک جاری رہا، مختلف عصری علوم کے ماہرین ومتخصصین نے شرکاء کیمپ کو ان علوم سے روشناس کرایا اور ان علوم کی بنیادی معلومات پیش کیں، اس کے علاوہ اصحاب تحقیق علماء نے فقہ اسلامی سے تعلق رکھنے والے اصولی موضوعات پر محاضرات پیش کئے۔ بلاشبہ مدارس اسلامیہ کی تاریخ میں یہ ایک کامیاب تجربہ تھا، انشاءاللہ فقہ اکیڈمی اس تجربہ کی روشنی میں آئندہ، مختلف مقامات پر اس طرح کے تربیتی کیمپوں کا انعقاد کرے گی تاکہ مدارس اسلامیہ کے طلبہ کے لئے علوم عصریہ سے استفادہ کے مواقع فراہم ہوتے رہیں۔

فقہ اکیڈمی ایک اور اہم قدم اٹھانا چاہتی ہے، اکیڈمی نے اعلان کیا ہے کہ مدارس کے ذہین اور باصلاحیت فضلاء کے لئے تربیتی وظائف (اسکالرشپ) جاری کئے جائیں، چار چار وظائف تفسیر وحدیث کے لئے ہوں گے اور سات فقہ کے لئے، ان فضلاء کے لئے دوسالہ تربیتی کورس ہوگا، اصحاب تحقیق علماء کی نگرانی میں یہ فضلاء، تفسیر حدیث، فقہ کا عمیق اور وسیع مطالعہ کریں گے، انشاء اللہ شوال ۱۴۱۳ھ سے اس پروگرام کا آغاز کر دیا جائے گا، اس پروگرام کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہمارے ہونہار، باصلاحیت نوجوان فضلاء میں ان علوم کا تحقیقی ذوق پیدا ہو،

اور وہ اس قابل ہوسکیں کہ وہ کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کے علوم ومعارف کو بحث وتحقیق کے بلند معیار پر عصر حاضر کے اسلوب میں پیش کریں اور ہماری علمی محفلوں میں جو سناٹا پھیلتا جارہا ہے اس کا ازالہ کرسکیں۔

پانچویں فقہی سمینار منعقدہ اعظم گڑھ کا افتتاح کرتے ہوئے میرا دل جذباتِ تشکر سے معمور ہے، آخر میں، میں حضرت مولانا مجیب اللہ ندوی کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنھوں نے اس سمینار کا بوجھ اپنے کندھوں پر لیا اور ہم سب کو اعظم گڑھ جیسے مردم خیز شہر میں عصری مسائل کا حل تلاش کرنے کے لئے جمع ہونے کا مواقع فراہم کیا، میری دعا ہے کہ سابقہ سمیناروں کی طرح یہ پانچواں فقہی سمینار بھی نتیجہ خیز رہے اور ہم لوگ زیر بحث مسائل میں اتفاق رائے سے ایسے فیصلے کرسکیں جن میں کتاب وسنت اور اصولِ شرع کی پابندی وپاسداری کے ساتھ موجودہ حالات اور پیچیدگیوں کا اطمینان بخش، قابل عمل حل بھی موجود ہو۔

☆☆☆